N

A

F

S

Date of Receipt ........................................

زنانہ لٹریچر کی اخلاقی اور ادبی کتابوں کا سلسلہ

# لیکچر اسلام

یعنے

ایک شریف قابل اور تعلیم یافتہ امریکن لیڈی (مسز اینی بسینٹ) کی قابل قدر خیالات مقدس مذہب اسلام اور اس کے بانی نبی کریم حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق

مترجمہ

جناب منشی حسن الدین صاحب خاموش مصنف لیڈی ڈاکٹر حلیمہ خانم۔ تاثیر صحبت۔ رفیق مرزا۔ عقیلہ بیگم۔ جمیلہ خاتون وغیرہ

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر و پبلشر کارخانہ

عزیزی پریس آگرہ میں چھپا

١٩١٨ع

تو ابر رحمت سے کیا کم ہے اور صلح پسند دلوں سے یہی دعا نکلے گی کہ خدا کرے یہ ابر رحمت ہمارے ملک پر جھم جھم کر برسے کہ کدورتوں کی ناپاک گرد سے انکی دل کی پوشاکیں دھل جائیں۔

ناظرین! قابل ادب جنابہ مسز اینی بسنٹ صاحبہ کے لیکچر اسلام کا ترجمہ اردو میں آپ کے سامنے موجود ہے پڑھئے اور انصاف کیجئے کہ کیا لفظ لفظ سے اسلام کی سچی محبت کی بو نہیں آتی؟ کیا بانئے اسلام کا ادب لیکچرار کے دل میں اتنا ہی نہیں ہے جتنا کہ کسی سچے اور پکے مسلمان کو ہونا چاہئے۔ ضرور ہے۔ پس آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ اگر لفظ مذہب کا مفہوم ایسا ہی امن پسند مانا جائے تو ملک کا ہر فرد اعلیٰ درجہ کا صوفی بنجائے۔

حسن اتفاق اس کا نام ہے کہ اسلام کی خوبیاں ایک صلح کی دیوی کی زبان پاک سے نکلیں اور اس کی تعمیل ایک صلح کے شیدائی مگر ناچیز بندے سے ہوئی۔

الملتمس حسن الدین خاموش

مترجم رسالہ ہذا و مصنف تاثیر صحبت و

ناصح مشفق و نیشنل ڈراما وغیرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! ہر قوم کی ترقی کے اسباب میں جن پر اُس کی روحانی اور اخلاقی بقا منحصر ہے مذہب ایک اعلیٰ ذریعہ ہے جس کے بغیر انسان روحانی، اخلاقی اور تمدنی ترقی ہرگز نہیں کرسکتا۔ کسی ملک کے لئے یہ حالت بہت ہی خوشگوار ہے کہ اُسکے سارے باشندے ایک ہی مذہبی رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ سب ملکر اُس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت ایک ہی طریق سے کرتے ہوں اور ایک ہی نام سے اُس کی یاد کرتے ہوں اور جمیع افراد ایک ہی خیال کی لڑی میں پروئے ہوئے ہوں مگر میرے نزدیک اُس حالت میں مذہب کا اس سے بھی اعلیٰ ترپایہ ہوگا جب کہ وہ ایک ایسے ملک میں ہو جہاں ایک ذات پاک مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہو۔ ایک ہی معبود کی یاد طرح طرح کی شکلوں سے ہوتی ہو۔ ایک ہی قادر مطلق سے دعا مختلف اور قسم قسم کی زبانوں کے الفاظ میں مانگی جاتی ہو اور تسپر بھی سب کا یہ صلح کل خیال ہو کہ ہم سب ایک ہی منزل مقصود کے لئے مختلف راستوں سے جارہے ہیں اور باوجود ان اختلافات کے آپس میں مخالفت نہو اور جس مبارک ملک میں یہ حالت ہو (جس کی نظیر آج تک نہیں ملتی) تو میرے خیال میں مذہب کی زبردست جیت ہوگی اور دہ

اپنے اصلی مقصد کو پہنچ جائے گا۔

اور ملکوں میں بھی جُدا جُدا مذہب اور عقیدے کے باشندے آباد ہیں مگر خاص ہندوستان اس طرز میں اپنا نظیر آپ ہی ہے اس میں مختلف عقیدے اور مذہب کے لوگ اس کثرت سے آباد ہیں کہ گویا یہ ملک ساری دنیا کے مذہبوں کا ایک نمایش گاہ ہے اور یہی ایسی جگہہ ہے۔ جہاں باہمی میل جول اور اخلاص و پیار سے مذہب کا وہ اعلیٰ مقصد جس کی خواہش میں نے اوپر ظاہر کی ہے حاصل ہو سکتا ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ تین چار سال پہلے میں نے تم سے چار بڑے مذاہب یعنی۔ بُدھ عیسائی، ہندو اور آتش پرست کا ذکر کیا تھا لیکن اور تین بڑے مذاہب یعنی اسلام جین مت اور سکھ دہرم رہ گئے تھے جو ہندوستان کے سات بڑے مذہبوں میں سے ہیں اور جو فی الحال باہم بوجہ بیرونی اختلافات کے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور دو دلوں کے ملنے میں ایک زبردست حد فاصل بن رہی ہیں۔

میری دلی آرزو ہے کہ ہندوستان ایسے ملک میں اگر سب لوگ تعصب اور بیجا حمایت کی پٹی کو آنکھوں سے کھول کر چشم انصاف سے غور کریں اور دیکھیں تو اُن کو معلوم ہوگا کہ ہم درحقیقت ایک ہی آقا کی غلامی مختلف طریقوں سے کر رہے ہیں اور ایک ہی جگہہ سے آئے اور وہیں جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دوسرے سے نہایت خلوص اور سچی برادرانہ محبت سے ملیگا اور ایک کی تکلیف دوسرے کا دل دکھانے لگے گی کل ہند کے باشندے ایک قوم کہلانے کے مستحق ہو جائینگے اور دنیا کی بڑی سلطنتیں ہندوستان کو ایک قوم کے نام سے پکارینگے اور جب ایسا ہو جائیگا کہ مذاہب کی یکجہتی کی برکت سے ہندو مسلمانوں سے اور پادری عیسائیوں سے اور جین یہودیوں

سے اور سکھ بودھ سے نہایت پیار بھرے دل سے بغلگیر ہونگے تو میں جانونگی کہ مذہب کی فتح ہوئی اور خدائے پاک کا نام ایک امن دہ نام ہوا۔ آج میں اسلام پر گفتگو کروں گی اور کل اور پرسوں باقی دو مذاہب پر بعد میں میں کُل مذاہب کی اصل الاصول یا معجون مرکب یعنی تھیاصوفی (علم الٰہی) کا ذکر کروں گی کہ جس میں ہر ایک عقیدہ شامل ہے اور سب پر یکساں الحاق رکھتا ہے جس کو کوئی شخص واحد اپنا یا کسی خاص فرقہ کا مذہب نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ برعکس اس کے ہر عقیدہ کا آدمی دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ میرا مذہب ہے۔ آج کے سالانہ جشن پر میری یہی دعا ہو گی کہ سارے جہان کے پیغمبروں کی پاک روحیں ہم پر اور ہمارے کام پر اپنی برکت بھری نظر ڈالیں تاکہ اُن کی اُمت کے لوگ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں۔

# اسلام

ہر مذہب کے جانچنے کے واسطے ہم کو چار باتوں پر غور کرنا لازم ہے سب سے اول اُس مذہب کے بانی کی سوانحعمری جس کے خصایل اُس میں پوشیدہ ہونگے۔ دوم مذہب کی خارجی باتیں یا فروعات جو عوام سے تعلق رکھتی ہیں۔ سوم مذہب کا فلسفہ جو کہ عالم اور ترتیب یافتہ لوگوں کے لئے ہے۔ چہارم مذہب کے اسرار جس میں انسانی سرشت کے اُس عام خواہش کا جو اپنے مخزن سے ملنا چاہتی ہے اظہار ہو گا۔ اسی معیار سے اب میں اسلام کو جانچ کر آپ کو دکھلانا چاہتی ہوں۔ سب سے پہلے آپ

اُس وقت کے ملک عرب اور شام کی حالت ملاحظہ فرمائیے کہ اُس ملک کی کیا حالت تھی وہ عیسوی چھٹی صدی تھی جبکہ سارے عرب۔ شام اور عجم میں طوفان بے تمیزی کی آندھیاں چل رہی تھیں باہمی خونریزیاں اور جنگ و جدال ایک قبیلہ کو دوسرے سے جدا کر رہے تھے بغض اور کینہ کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی بات کا قضیہ کئی پشت تک جاری رہتا تھا۔ مثلاً ایک دوسرے سے کسی بات پر لڑا تو سو برس بعد بھی ایک کا پوتا دوسرے کے پوتہ کو اُس بنا پر قتل کر ڈالتا تھا کہ اس کا دادا میرے دادا کا دشمن تھا۔ یہ عرب وہ عرب تھا جہاں صرف اِس بات پر لڑائی شروع ہوتی تھی کہ تیرا اونٹ میرے اونٹ سے کیوں آگے ہوگیا اور اس پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں اور لاشوں کے پشتے بندھ جاتے تھے یہ وہ ملک تھا جہاں پر بے رحم باپ ماں کی گود سے لڑکی کو چھین کر گڑھا کھود کر زندہ دفن کر آتا تھا اور ماں اپنے قدرتی مامتا بھرے دل کو پکڑ کے رہ جاتی تھی اور عورت ہونے کی وجہ سے اِس کا اتنا بھی حق نہ تھا کہ موذی خاوند کی ظالم حرکت پر اعتراض کرے۔ یہ اس وجہ سے کیا جاتا تھا کہ کسی کو اپنا داماد نہ کہلاویں یہ وہ ملک تھا جہاں ورد انگیز اور قابل نفرت بُت پرستی ہوتی تھی گھر گھر نیا خدا تھا اور ایک خدا دوسرے کا جانی دشمن۔ بتوں کے روبرو انسانوں کی قربانیاں تو روزمرہ کا کھیل تھا جہاں بجائے حُب انسانی کے نفس پرستی کا زور تھا ایک زور آور ہمسایہ اپنے کمزور ہمسایہ کو ذراسی بات پر قتل کر ڈالتا تھا اور اُس کا کوئی مزاحم نہ ہوتا تھا۔

عیاشی اور شہوت پرستی کا کچھ حساب نہیں تھا ایک خاوند ان گنت بیویاں بھیڑ اور بکریوں کی طرح بھرتا تھا۔ بلکہ اِس پر فخر کیا جاتا تھا کہ فلاں امیر اتنی بیویوں کا خاوند

ہے خدا کی مخلوق اس بُری طرح غلامی میں تھی کہ وہ سخت بے بسی میں جانوروں سے بدتر حالت میں رکھے جاتے تھے۔ غرض کوئی بڑے سے بڑا عیب نہیں جو وہاں اعلیٰ پیمانہ پر نہ ہوتا ہو اور ایسی بڑھی ہوئی دو رخی آب و ہوا میں جس میں خودغرضی ظلم اور نفس پرستی کا مادہ بھرا ہوا ایک بچہ قریش کے قبیلے میں پیدا ہوا جس کا باپ اُس کی پیدایش سے چند ہفتے پہلے دنیا سے رحلت کرچکا تھا اور وہ یہ باپ تھا کہ جو خود اپنے باپ کے ہاتھوں ایک بت کی انسانی قربانی پر چڑھا دیا گیا تھا مگر خوش قسمتی سے معبد کی خادمہ کے کہنے سے بچ گیا تھا۔ یہ لڑکا ایک ایسی مصیبت زدہ ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو اُس کی پیدایش سے پہلے بیوہ ہوچکی تھی اور خود بھی چند سال ہی بعد اس نادان بچے کو چھوڑ کر اپنے خاوند کی طرح قبر میں جا سوئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ یتیم دریتیم بچہ اپنے دادا کی پرورش میں آیا۔ افسوس کہ چند سال ہی کے اندر بڈھا دادا بھی دنیا سے سفرِ آخرت کرکے اُس کو بالکل لاوارث کرگیا جسکے بعد وہ اپنے ایک چچا ابوطالب کے زیر سایہ اپنے سنِ بلوغ تک پلا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ ایسے مصیبت زدہ بچہ کا غیر تعلیم یافتہ یا بلا تربیت رہنا بالکل معمولی بات تھی اور ایسا ہی ہوا کہ اُس کو تعلیم کے نام سے ایک حرف بھی نہ آیا اور تربیت کی ہوا تک اُس کو نہ لگی تھی تاہم اُس کی لڑکپن کی زندگی بھی ایک بڑی پاک زندگی تھی۔ اسمیں تمام صفات ملکوتی۔ صلح جوئی۔ امن پسندی۔ خاموشی۔ صبر اور ہردلعزیزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اس زمانہ کے بعد اُس کی جوانی کا زمانہ آیا جس پر اُس نے بغرضِ معاش اپنے ایک رشتہ دار بیوہ عورت کی ملازمت اختیار کرلی۔ جو اُس کو تجارت کے صیغہ میں

مال لیکر شام کے ملک میں بیجا کرتی تہی۔ اور اس کاروبار میں اُس تاجرہ بیوہ نے جس کا کہ نام خدیجہ تہا اُس کو ایسا باوفا کفایت شعار متقی اور ایمان دار پایا کہ اُس کی خوبیوں پر گرویدہ ہوکر عقد کی درخواست کی جو بالآخر ہو گیا اور دونوں بیوی ہو کر رہنے لگے۔ یاد رکہنا چاہیے کہ ہنوز یہ جوان جس کا نام محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تہا نہ تو پیغمبر ہوا تہا اور نہ اُس کی بیوی خدیجہؓ اُس کی معتقدوں میں سے تہی اور یہ نوجوان اور اُس کی بیوی اس سے دونا عمر کی سن رسیدہ عورت تہی مگر شادی ہونے کے بعد اُنہوں نے ایسی خوشی کی زندگی بسر کی کہ شاید ہی کوئی ایسی اچھی شادی کے تعلقات کا اعلیٰ نمونہ پیش کر سکے اور اسی طریقہ سے کامل ۲۶ برس تک ان دونوں کا تعلق رہا جس کے بعد خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ آیندہ پیغمبر کے عادات و حرکات عالم شباب میں بہی قابل دید تہے جب وہ مکہ کی گلیوں میں ہو کر گزرتا تہا تو معصوم بچے اُسکی ٹانگوں سے لپٹ جاتے تہے اور ہمیشہ اُن سے بڑی نرمی اور پیار سے بات کرتا اور پدرانہ محبت سے اُن کے سروں پر ہاتھ پہیرتا ہوا جاتا تہا اُس کی بوعدہ خلافی کبہی سننے میں نہیں آئی۔ وہ ہمیشہ مصیبت زدہ کی مدد کے لئے پایا جاتا تہا یتیم اور بیواؤں کی تسلی اور دلجوئی اس کا معمولی کام تہا بستی کے لوگ اُس کو امین (بھروسہ والا) پکارا کرتے تہے۔ لفظ امین جس کے معنی قابل اعتبار کے ہیں وہ قابل احترام خطاب ہے جو دنیا میں بہتر سے بہتر انسان خلق کی زبان سے پا سکتا ہے۔

اب آپ غور فرما سکتے ہیں کہ جس شخص کی بیرونی زندگی اس قدر مخلوق کے لئے مفید اور آرام دہ تہی تو اُس کی باطنی کا کیا پایہ ہوگا۔ اُف!! اُس کی اندرونی کشمکش اور فکر کے سیلاب اُس کو جنگلوں اور ویرانوں میں لئے پہرتے تہے وہ دن دن کا

غیر آباد ہیبت ناک غاروں میں پڑا رہتا تھا جہاں وہ اپنے روحانی جدوجہد میں لگا رہتا تھا جس کے بیان کے لئے الفاظ ملنا دشوار ہیں بلکہ وہی لوگ خوب جان سکتے ہیں جن کی لگن خدا سے لگی ہو۔

پھر تو محمد (صلعم) کی یہ حالت اتنی ترقی کرتی گئی۔ کہ وہ بستی سے بہت دور نکل جاتا مہیب غاروں میں مہینوں گذار دیتا اور جہاں اُس کو بجز سجدہ میں پڑے رہنے اور الحاج وزاری کے اور کوئی کام نہ تھا یہاں تک اُس نے کامل پندرہ سال اسی حالت میں گذار دیے غرض کہ وقت آیا جبکہ اُس کو غیبی آواز نے مخاطب کیا کہ "اُٹھ اور خدائے پاک کا نام پکار" مگر وہ یہ نہ سمجھا کہ یہ آواز کس کی ہے اور آیا وہ درحقیقت قابل اعتماد ہے کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ وہ ایک ناخواندہ آدمی ہے اُسے دہوکہ ہوتا تھا کہ کہیں یہ اُس کے نفس کا فریب ہو۔ جو خود پسندی اور حکومت کی صورت میں اُسے آواز دے رہی ہو۔ اور شاید وہ آواز ہو جو خاص خدا کی طرف سے پیغمبروں کے کان میں پہنچتی ہے جسے الہام یا وحی کہتے ہیں۔

آخرش ایک دوسرے موقعہ پر جبکہ وہ سخت اضطراب کے عالم میں جبہ سائی کر رہا تھا اُس کے چاروں طرف ایک بہشتی روشنی نمودار ہوئی اور ایک پُرجلال شکل اُس کے درمیان نظر آئی اور بولی جا اور حقیقی نام پکار جس پر اُس نے دل پر قابو کر کے پوچھا میں کیا پکاروں۔

اس سوال پر فرشتہ نے خدا کی وحدت فرشتوں کے اسرار۔ دنیا کی پیدائش انسان کی ہستی کی تعلیم کی اور نیز اس مہم عظیم کا حال کہا جس کے لئے کہ وہ پیدا ہوا تھا یعنی کہہ دیا کہ اُس کو مخلوق کی تلقین اور ہدایت کا کام سپرد ہوا ہے ادھر تو فرشتہ

غائب ہوا اُدھر محمدؐ (صلعم) جو اب پیغمبر عرب کے نام سے پکارا جائیگا۔ نہایت گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں اپنے گھر آیا اور نیم بیہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑا۔ اُس کی وفادار بی بی خدیجہؓ نے اُسے اُٹھایا اور دریافت حال کیا جس کے جواب میں پیغمبر نے سارا ماجرا سُنا دیا اور کہا کہ شاید میں اب زندہ نہ رہونگا جس پر وفادار بی بی نے نہایت متانت اور تسلی بخش لہجہ میں کہا۔ نہیں نہیں تو سچا ہے۔ باایمان ہے۔ امین ہے۔ عہد کو وفا کرتا ہے یتیموں سے محبت کرتا ہے مفلس اور بیواؤں پر رحم کرتا ہے۔

پس ایسے شخص کو خدا کبھی ضایع نہ کرے گا۔ خدا ایمان داروں کو کبھی دہوکہ نہ دیگا۔ اُٹھ اور اس غیبی حکم کی تعمیل کر جو یقینی برحق ہے۔ اس نیک بی بی نے جو پیغمبر پر سب سے پہلے ایمان لائی۔ ایسے تشفی آمیز الفاظ میں ہمت بندہائی کہ وہ شخص جو اپنی کمزوریوں اور سفارت کی عظمت کو خیال کرکے حوصلہ ہارے دیتا تھا کھڑا ہوگیا اور وہ صرف محمدؐ ہی محمدؐ نہ رہا بلکہ وہ زبردست پیغمبر ہوگیا جس نے ایک وحشی ملک کو پُرامن اور ایک ویرانہ سے جزیرہ نما کو ایک عظیم الشان سلطنت بنا کے چھوڑا جس کے پیروں نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کی بنیاد ڈالی جس کے معتقد اسی قدر یاد الٰہی میں غرق ہوگئے جس کی نظیر شاید ہی کسی مذہب میں ملتی ہو۔ کیونکہ تم غور اور انصاف سے دیکھہ سکتے ہو کہ اور مذہب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے۔

جس میں ایسے سچے اعتقاد اور صدق دل سے ماننے والے ملتے ہوں۔ جتنے کہ اس مذہب کے پیروں میں ہیں جن کی تعلیم پیغمبر عرب سے اُن کو ملتی تھی اور اگر یہ بات بین صاحب کے قول کے مطابق صحیح مان لی جائے کہ اعتقاد کا ثبوت عام

چال چلن میں ہوا کرتا ہے۔ تو تم اُس کے ماننے والوں کو دیکھو اور غور کرو کہ اُسکے الفاظ اُس کے پیروں پر کیسے موثر ہیں مسلمانوں کو جو تعلیم پیغمبر عرب سے پہنچی ہے وہ اُس پر کس قدر راسخ الاعتقاد ہیں کہ اُس میں شک و شبہ کی گنجایش نہیں۔

ایک مسلمان نماز میں سر جھکانے سے ذرا بھی نہیں شرماتا باوجودیکہ وہ ایسے لوگوں سے گھرا ہوا ہو جو اُس کا مضحکہ اُڑانے والے ہوں اور اُس کے پیغمبر کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔

آپ ذرا غور فرمائیں کہ پیغمبر کی شفاعت پر وہ کس قدر سچی عقیدت رکھتے ہیں کہ موت کا خوف اُن سے بالکل مغلوب ہو گیا۔ افریقہ کے درویشوں کی شجاعت کی مثال کیا فی زمانہ کوئی مجھے بتا سکتا ہے جو ہولناک اور خونخوار توپوں کے مُنہ کے سامنے صف دراے ہوئے اس طرح بخوشی جاتے تھے کہ گویا وہ کسی جشن شادی میں شریک ہونے کے لئے جاتے ہیں اور جب تک کہ اُن میں سے چند دشمن تک نہ پہنچ جاتے پرے کے پرے توپ سے اُڑے چلے جاتے تھے۔ وہ کونسا جوش تھا جو اُن کو ایسی خوفناک موت کے منہ میں لئے جاتا تھا۔ وہ صرف پیغمبر کے الفاظ کا اثر تھا اور اسلام کی محبت تھی میرا یقین ہے کہ ایسا عقیدہ دنیا میں آیندہ بھی قایم رہیگا اور بمقابلہ موجودہ زمانہ کے زمانہ آیندہ میں بھی زیادہ روشنی پھیلا دیگا۔

**حضرات** اب میں پیغمبر عرب کی سچائی کا ایک ثبوت آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں وہ یہ ہے کہ پیغمبر پر سب سے پہلے اُس کی بیوی ایمان لائی تھی جو اُس کی خانگی زندگی کی سب سے زیادہ رازدار تھی اور اُس کے نہایت قریبی رشتہ دار جو بچپن سے اُس کی عادات و اطوار سے بخوبی واقف تھے اس بات پر اگر آپ لوگ غور

کام لیں گے تو پیغمبر کی راستی کا بہت بڑا پتہ پالیں گے۔ آپ خود جانتے ہیں کہ یہ تو آسان بات ہے کہ کوئی فصیح و بلیغ شخص کسی ایسے مجمع میں اپنی تقریر کے ذریعہ سے کچھ اپنے معتقد پیدا کر سکتا ہے۔ جہاں لوگ صرف اُسے اسٹیج پر تقریر کرتے ہوئے ہی دیکھتے ہونگے۔ اور اُس کی نجی طرزِ زندگی سے ناواقف ہوں مگر یہ سخت مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے کہ خود بیوی لڑکی اور داماد اور قریبی رشتہ دار اُسکی صداقت پر گواہی دیں کیونکہ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب وہ درحقیقت سچا ہو اور میرے خیال میں اُسی کا نام پیغمبر ہے اور سچ پوچھو تو یہ وہ فتح تھی کہ حضرت مسیح کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

پیغمبر عرب کے تمام عزیز و اقارب میں سے ایک اُن کا چچا ابو طالب ہی ایسا تھا کہ محض اپنی ہٹ دھرمی کی ایمان نہ لایا جو اپنے قبیلہ کا سردار ہونے کی وجہ سے آبائی عقاید کو ترک کرنا اپنی کسرِ شان خیال کرتا تھا۔ ورنہ اُس کے بیانات و اوصاف عیاں تھا کہ وہ پیغمبر پر ایمان رکھتا تھا کیونکہ صاف کہتا تھا کہ اے جانِ عم تو اپنا فرض بے کھٹکے ادا کئے جا کسی کی مجال نہیں کہ میرے جیتے جی تجھ پر آنکھ اٹھا سکے ایک روز ابو طالب نے اپنے بیٹے علیؓ سے پوچھا کہ تیرا کیا عقیدہ ہے اور محمدؐ کی نسبت کیا خیال ہے علیؓ نے نہایت ادب مگر دلیری سے جواب دیا کہ پدر بزرگوار میں ایک خدا، واحد کو قابل پرستش جانتا ہوں اور محمدؐ کو خدا کا برحق رسول مانتا ہوں اور اس لئے پیغمبر کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کروں گا۔ اس پر چاہیے تھا کہ باپ ناراض ہوتا۔ مگر نہیں اُس نے کہا۔ کہ جانِ پدر علیؓ میں تم کو اس کی پیروی کی اور نقش قدم پر چلنے کی خوشی سے اجازت دیتا ہوں کیونکہ مجھے بھروسہ ہے کہ وہ تم کو سوائے

بھلائی کے کسی بُرائی کی طرف راغب نہ کرے گا۔

نبوت کے تین سال تک پیغمبر صاحب نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے مشن کا کام کرتے رہے اور اِس زمانہ میں اُن پر ایمان لانے والے صرف تین شخص تھے اس کے بعد اُنھوں نے سب سے پہلے وعظ عام مجمع میں کہا جس میں اُنھوں نے خدا کی وحدانیت بڑے زور شور سے بیان کی اور انسانی قربانی عیاشی اور شراب خواری کی سخت بُرائی ظاہر کی جس کے بعد اُن کے بیان کے سچّے اثر نے بہیتروں کے دل میں ایمان کا نور پیدا کر دیا اور اُن کے پیروں کی خاص تعداد ہو گئی۔ مگر اس کے ساتھ مخالفت کی آگ پیغمبر صاحب کے برخلاف سارے ملک میں بھڑک اُٹھی اور مخالفوں کے ہاتھوں سے پیغمبر صاحب نے وہ وہ صعوبتیں اُٹھائیں کہ جنکو معمولی انسان کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔

مخالف لوگ پیغمبر صاحب کے معتقدوں کو جہاں پاتے تھے ہلاک کر ڈالتے تھے کسی کے ہاتھ پیر زنجیر میں باندھ کر سورج کی طرف منہ کر کے جلتی ہوئی ریت پر سلا دیتے تھے اور چھاتی پر ایک بھاری سِل رکھ کر کہتے تھے۔ کہ اب بھی محمدؐ اور اُس کے خدا سے انکار کر دے۔ مگر وہ محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہوئے خوشی سے جان دیتے تھے۔ ایک موقع پر ظالم ایک مسلمان کی بوٹیاں کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ کیا اچھا ہوتا کہ تو اپنے عیال و اطفال میں عیش سے بسر کرتا۔ اور تیری جگہ پر تیرا محمدؐ ہوتا۔ مگر مرنے والے سے یہ جواب ملتا تھا کہ میری جان مال عیال و اطفال سب رسول عربی پر قربان ہو اگر میرے روبرو اُن کو ایک کانٹے سے بھی نقصان پہنچایا جاتا تو میں دنیا میں کبھی رہنا پسند نہ کرتا۔

آخرکار مخالفوں نے پیغمبر صاحب اور اُن کے پیروں کو اس طرح سے ستانا شروع کیا کہ وہ اپنے رسُول کے ایما سے غیر سلطنتوں میں رہنے لگے پیغمبر صاحب کے مریدوں کے جب ایک گروہ نے دشمنوں سے تنگ آکر حبش کے ملک میں جہاں کا بادشاہ عیسائی مذہب کا تھا پناہ لی تو مخالفوں نے وہاں تک اُن کا پیچھا کیا اور بادشاہ سے طالب ہوئے کہ وہ اُن کے دشمنوں کو اُن کے حوالے کردے آخرکار بادشاہ نے مہاجرین مسلمانوں کو بلایا اور دریافت حال کیا۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہم جہالت اور غفلت کے سمندر میں غرق تھے۔ ہم نہایت شرمناک بُت پرستی کرتے تھے۔ ہماری زندگی اوباشانہ تھی۔ مردوں کی لاشیں ہمارا ناشتہ تھیں کفر کے کلمے ہماری روزمرہ گفتگو تھی انسانی ہمدردی کا ہم میں نشان نہ تھا۔ مہماں نوازی اور ہمسایہ داری کے فرائض سے ہم بالکل ناواقف تھے۔ ہم جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کے سوائے کوئی قانون نہ جانتے تھے۔

پس ہماری اس ردّی حالت کے زمانہ میں خدا نے ہم میں ایک ایسا انسان پیدا کردیا جس کی سچائی دیانت داری اور صاف دلی کا نقشہ بخوبی ہمارے دلوں پر ہے اُس شخص کی تعلیم ہمارے لئے یہ ہے "خدا ایک ہے تمام برائیوں سے پاک ہے ہم پر خالص اُسی کی عبادت فرض ہے ہم کو سچ اختیار۔ اور جھوٹ سے بچنا چاہیئے۔ عہد کی وفا کریں مخلوق سے مہربانی کے برتاؤ کریں ہمسایہ کے حقوق برباد نہ کریں عورتوں کے ساتھ سلوک کریں یتیموں کا مال نہ کھاویں۔ نماز پڑھیں اور روزہ رکھا کریں"۔ ہمارا اس پر اعتقاد ہے اور ہم نے اِس تعلیم کو قبول کرلیا ہے۔

**حضرات** یہ تھے پیغمبر صاحب کے مریدوں کے خیالات اور اعتقاد۔ کہ جان سی پیاری چیز کو ہتیلی پر لئے پھرتے تھے۔ آپ کو پیغمبر عرب کی سچائی اور صاف دلی کے ثبوت میں ایک اور واقعہ سناتی ہوں۔

ایک روز پیغمبر صاحب کسی عرب کے امیر آدمی سے گفتگو کر رہے تھے ایک اندھے نے آکر آواز دی کہ اے خدا کے رسول مجھے راستہ بتلاؤ میں ہدایت کا ل کرنے کے لئے آیا ہوں پیغمبر صاحب چونکہ اس امیر آدمی کے ساتھ بہت ہی مصروف تھے آواز نہ سنی اندھے نے پھر زور سے پکارا۔ یا رسول اللہ میری سنو اور دین کا راستہ بتلاؤ جس پر پیغمبر صاحب نے ذرا درشتی سے اس کو ٹھیرنے کا اشارہ کیا اتنے میں نابینا ملول خاطر ہو کر چلا گیا دوسرے روز پیغمبر پر وحی نازل ہوئی جو قرآن میں بجنسہ موجود ہے اور رہے گی اُس کے الفاظ یہ ہیں

"رسول کے پاس ایک اندھا آیا اور طالب ہدایت ہوا۔ مگر اُس نے تیوری چڑھائی اور مخاطب نہ ہوا۔ حالانکہ کسے معلوم ہے کہ گناہوں سے پاک کیا گیا۔ اور ایک دولتمند کا تعظیم کے ساتھ استقبال کیا حالانکہ اُس کے ایمان دار ہونے کا ذمہ دار پیغمبر نہ تھا مگر وہ شخص جو خود صدق دل سے نجات کی تلاش میں آیا۔ اُسکی طرف کچھ بھی توجہ نہ کی گئی۔ ایسا ہرگز آئندہ نہ ہونا چاہئے"

اِس وحی کا پیغمبر صاحب کے دل پر بہت اثر ہوا اور جب وہ اس اندھے کو دیکھتے تو فرماتے اِس آدمی کا آنا نہایت مبارک ہے اُس کی وجہ سے اللہ نے مجھ پر تنبیہ کی پیغمبر صاحب اِس نابینا کی بہت تعظیم کرتے۔ اور اُس کو دو مرتبہ مدینہ کی حکومت بھی دی تھی۔

خلاصہ یہ کہ پیغمبر صاحب صرف دوسروں کو ہی نصیحت نہ کرتے تھے بلکہ ہر وقت اپنے نفس کی تنبیہ کے لئے موجود رہتے تھے۔ مگر جیسا ہمیشہ رسول کے ساتھ ہوتا آیا ہے پیغمبر عرب کی عام مخالفت کا طوفان بڑھتا ہی گیا۔ مذہبی عداوت کی وجہ سے پیغمبر صاحب ونیز اُن کے مریدوں کے واسطے تازہ تازہ مصیبتیں ایجاد کی گئیں آخرکار یہ نوبت پہنچی کہ پیغمبر صاحب کے حکم سے سارے مسلمان جابجا اپنی جانیں لے کر بھاگ گئے۔ اور حضرت کے پاس بجز ایک کے اور کوئی نہ رہا مگر پیغمبر صاحب برابر تن تنہا اپنا کام اُسی بیباکی سے کرتے رہے ایسے نازک وقت میں جب پیغمبر صاحب کے دشمن اس فراق میں تھے کہ موقع پاکر قتل کر ڈالیں اُن کے چچا ابوطالب سے نہ رہا گیا اور بلا کر کہا کہ اے جان عم محمدؐ کہنا مان اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈال۔ عرب کے خونخوار خنجر تیرے لئے تیز کئے جا رہے ہیں۔ باز آ۔ اور اپنا وعظ بند کر۔ اُس پر پیغمبر صاحب نے جو جواب نہایت دلیری سے دیا وہ قابل غور ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔

"عم بزرگوار میں مجبور ہوں میں تو کچھ نہیں کرتا، مجھ سے کوئی کرا رہا ہے"

پس اگر مخالفین میرے ایک ہاتھ میں سورج دوسرے ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور کہیں کہ اپنا کام بند کر دو تو یقین رکھئے کہ میں ہرگز نہ مانوں گا جب تک خدائے پاک ہی کی ایسی مرضی ہو۔ یا میں اس جدوجہد میں جان سے گزر جاؤں۔ پس اگر آپ کو اپنا خوف ہے تو میں آپ سے جدا ہوتا ہوں میرا خدا میرے ساتھ ہے"

پیغمبر صاحب یہ کہہ کر آب دیدہ ہو گئے اور جانے کے لئے تیار تھے۔ مگر چچا کی محبت نے پھر جوش مارا اور کہنے لگا میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا اور تیرے دشمنوں سے

تیری حفاظت کروں گا۔ تو کام شوق سے کر۔

لیکن حضرات پیغمبر صاحب کا یہ رفیق اسے کچھ زیادہ دن تک ساتھ نہ دیسکا اور اسی اثناء میں انتقال کرگیا اور اسی سال میں پیغمبر صاحب کی غمگسار اور وفادار بیوی خدیجہؓ نے بھی سفر آخرت کیا اور یہ وقت پیغمبر صاحب پر درحقیقت سخت مصیبت اور غم کا تھا پیغمبر سے عداوت کا طوفان زور ہی پکڑتا گیا۔

آخر کار نوبت بایں رسید کہ پیغمبر صاحب مکّہ سے بھاگ جانے کو تیار ہوگئے اُس وقت اُن کے ساتھ علیؓ اور ابوبکرؓ دو ہی رفیق تھے۔ رات کی تاریکی میں پیغمبر صاحب تو ابوبکرؓ کو لیکر مدینہ کی جانب چلدیے۔ اور حضرت علیؓ اُن کی جگہہ سو گئے۔ تاکہ دشمنوں کو اطمینان رہے۔ محمدؐ صاحب کے دشمن ننگی تلوار لیکر اُسی مقام پر آگئے۔ جہاں علیؓ سورہے تھے مگر چادر کھولنے کے بعد معلوم ہوا کہ محمدؐ تو چلدیے مگر اُن کی بجائے علیؓ سورہے ہیں جن سے مخالفین نے کچھہ تعارض نہ کیا اور پیغمبر صاحب کے سر لانے کا بڑا بھاری انعام مقرر کیا۔

جبکہ پیغمبر صاحب اور ابوبکرؓ اُن کے ساتھہ ہی جارہے تھے تو ابوبکرؓ نے پریشان ہوکر کہا کہ یا حضرت ہم تو صرف دو ہی ہیں، آپ نے فرمایا نہیں نہیں ہم تین ہیں جن میں ایک بڑا ہی زبردست ہے۔ ساری خدائی ایک طرف اور ہم ایک طرف ابوبکرؓ نے متعجب ہوکر پوچھا حضرت اُس تیسرے سے آپ کی کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ وہ قادر مطلق ہماری حفاظت کے لئے ہمارے ساتھہ ہے جس سے ابوبکرؓ مطمئن ہوگئے۔

پیغمبر صاحب اور ابوبکرؓ جب مدینہ پہنچے وہاں برخلاف امید اُن کو سامان

ملے صدہا قبیلے اُن کی پیشوائی کو آئے اور جملہ گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اُنکے مرید ہوتے گئے اور ادھر اُدھر کے مفرور مرید بھی وہیں پر آکر پناہ گزین ہوئے مگر پیغمبرؐ کے مخالفوں نے وہاں بھی اُنہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور بڑی فوج جمع کرکے پیغمبر پر چڑھ آئے۔ اسوقت پیغمبر صاحب بھی اپنی چھوٹی سی جماعت کو لیکر یا محض بطور حفاظت خود باہر آگئے اور بآواز بلند دعا کی۔

"اے میرے رب العالمین تو دانا بینا ہے۔ اگر یہ میری چھوٹی سی جماعت آج ضایع ہو گئی تو تیرا سچا نام پکارنے والا کوئی نہ رہیگا۔ میرا ایمان ہے کہ تو حق کی مدد کرے گا"

آخر یہ پہلی خونخوار جنگ جو بدر کی لڑائی کے نام سے مشہور رہے ہوئی۔ جس میں وہاں تو ہزاروں کا شمار اور ادھر مشکل سے چند سو تھے مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے جنگل کے ٹیلے لڑ رہے ہیں اور تھوڑے عرصہ میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ گویا پیغمبر صاحب کے سامنے یہ پہلی خونریزی تھی جو مجبوراً اُن کو کرنا پڑی۔ ورنہ وہ تو اس قدر رقیق القلب اور رحم دل تھے کہ لوگ اُن کو بزدل کہہ دیا کرتے تھے۔

اسی طرح پر کئی مقام پر غیر مسلم عرب کے بڑے بڑے گروہ جنگ پر آمادہ ہو گئے اور پیغمبر صاحب کو اپنے اور اُن کے پیروؤں کی حفاظت کے لئے اُن سے لڑنا پڑا مگر چونکہ سچائی اور خدا کی عنایت شامل حال تھی اُن کو فتح پر فتح حاصل ہوئی۔

اور بن مانگے حکومت حاصل ہو گئی۔ اور پیغمبر عرب اب بحیثیت ایک خود مختار میر کے جزیرہ نمائے عرب پر حکومت کرنے لگے اب پیغمبرؐ صاحب کی زندگی اور حال میں فرق نظر آنے لگا۔ کیونکہ پہلے تو یہ عالم تھا کہ لوگ اُن پر ہزاروں قسم کے ظلم

کرتے تھے اگر یہ اُن سے بدلہ لینے کے عوض میں دعا کرتے تھے مگر اب تو وہ بڑی بھاری جنگ جو قوم کے حاکم اور ایک سلطنت کے بادشاہ اور فوج کے جنرل کی حیثیت میں تھے اُن کو ویسا ہی برتاؤ کرنا پڑتا تھا۔ اور مجرموں کو سزا بھی دینی پڑتی تھی تاہم اِس حالت میں انصاف کے ساتھ رحم اعلیٰ درجہ کا تھا۔

پیغمبر صاحب کے پہلے جسے مسلمان عرب کی جہالت کا زمانہ کہتے ہیں اسیران جنگ کے ساتھ وہ بدسلوکیاں ہوا کرتی تھیں کہ جس کی نظیر کسی وحشی قوم میں بھی نہیں ملتی۔ مگر پیغمبر صاحب کا اسیران جنگ کے ساتھ وہ سلوک رہا کہ اب شاید کسی مہذب سے مہذب سلطنت میں ملتا ہو۔ ایک دفعہ جب کہ فوج کوچ میں تھی ا قیدی ہمراہ تھے۔ رسد آنا کم ہوگیا اطلاع ہونے پر پیغمبر صاحب نے حکم دیا کہ قیدیوں کو روٹیاں کھلائی جاویں اور آزاد صرف کھجوریں کھا کر گذر کریں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی فتح میں جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو پیغمبر صاحب نے اپنے بہت قریبی ساتھ رہنے والے انصار کو حصّہ نہ لینے دیا اس وہ لوگ دل میں ملول ہوئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے پیغمبر صاحب کو معلو ہوا۔ اُنھوں نے انصار کو بلا کر فرمایا۔ اے دوستو تم کو معلوم ہے کہ پہلے تم مصیبتوا میں مبتلا تھے۔ خدا نے تم کو خوش کیا۔ باہم ایک بھائی دوسرے کے خون کا پیا تھا اب برادرانہ محبت تم کو بخشی کفر و ضلالت کی کوٹھری میں بند تھے۔ ایمان کا عطا کیا۔ کیا یہ عطیے تم کو نہیں پہنچے۔ سب نے کہا کہ درحقیقت یہی حال ہے ا یہ سب برکتیں خدا اور رسول کے طفیل سے نصیب ہوئیں پیغمبر صاحب نے بات کاٹ کر کہا نہیں نہیں یوں کہو کہ صرف خدا ہی کا فضل تھا۔

اور اگر تم ایسا کہتے تو میں بھی شہادت دیتا۔ میری نسبت تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے یہاں تو ایک عاجز و مفرور کی حالت میں آیا ہم نے تجکو پناہ دی اور تو پریشان تھا ہم نے تیری تسلی کی۔

پھر پیغمبر صاحب نے فرمایا اے انصار کیا تم یہ پسند نہ کروگے کہ بجائے مال غنیمت کے تم کو میں ملوں واللہ اگر ساری خدائی ایک طرف ہو تو محمدؐ اپنے انصار کی طرف ہوگا۔ جو خدا کی راہ میں بلا کسی ذاتی غرض کے تکلیف اٹھاتے ہیں پیغمبرؐ صاحب کے اِس خطبہ کا وہ اثر ہوا کہ انصار جو ایک مارنے مرنیوالی قوم میں سے تھے زار زار رونے لگے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم اپنی حالت موجودہ پر قانع ہیں۔

اے میرے ہندو بھائیو۔ اصل میں آپ لوگوں کو پیغمبر عرب کا حال ذرا بھی معلوم نہیں ہے۔ تم اُس ربانی قوت کو نہیں دیکھ سکتے جس نے ہزاروں مریدوں کو تکلیف کی برداشت تو کیا موت کا مقابلہ کرنے کو کھڑا کر دیا جس نے اُس کی نہ مٹنے والی محبت ہمیشہ کے لئے کروڑوں کے دلوں میں جاگزیں کر دی۔

پیغمبرؐ عرب کی کسر نفسی اور فروتنی پر غور کرو کہ باوجودیکہ اُن کے پیرو ہزاروں تھے لیکن ایسی تعلیم دی تھی کہ انھیں کوئی دیوتا کے درجہ میں بھی نہ پہنچا وے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی مثل تمہارے ایک آدمی ہوں صرف فرق اتنا ہے کہ اُس کا قاصد ہوں کہ تم تک پیغام پہنچا دوں پیغمبرؐ صاحب کی سادگی اور منکسر المزاجی کی مثال تو اُس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کہ اُس حالت میں جب ہزاروں مخلوق پر بادشاہ تھے اپنے پہنے ہوئے لبادے کو ہاتھوں سے پیوند لگاتے تھے۔ اپنے ٹوٹے ہوئے جوتے کو خود گانٹھتے تھے۔ نیک مزاجی کا یہ عالم کہ اُن کا خادم انس کا مقولہ ہے کہ

میں دس برس تک آپ کے پاس رہا مگر ایک بار بھی مجھے توتک نہیں کہا۔ یہ تھی زندگی اس بادشاہ کی جو چاہتا تو ہزاروں لونڈی غلام اپنی خدمت میں لگائے رکھتا۔

پیغمبر صاحب جس مشن کے لئے پیدا ہوئے تھے پوری کرنے کے بعد وہ وقت آیا جبکہ ایک روز بوجہ علالت مشکل سے نماز کے لئے مسجد میں لائے گئے تو اپنی آواز کو سنبھال کے زور سے فرمایا کہ اے مسلمانوں منادی عام کردو کہ اگر میں نے زندگی میں کسی پر ظلم کیا ہو تو آج مجھ سے بدلہ لے اور کل عاقبت پر نہ چھوڑے اگر کسی کا قرض باقی ہو تو میرا گھربار اُس کے سپرد ہے۔ میں ہر طرح کی جوابدہی کے لئے موجود ہوں۔

ایک اُن میں بولا کہ میرے ۔۳۔ درم آپ پر باقی ہیں آپ نے اُسی وقت ادا کر دیئے۔ یہ آخری وقت تھا کہ آپ مسجد سے جاکر پھر واپس نہ آسکے! ور ۶۳۲ء ۸ جون کو پیغمبر عرب نے اس خاکی لباس کو اُتار دیا تاکہ کسی اونچے عالم میں جاکر وہاں سے اپنے قائم کئے ہوئے مذہب کی حفاظت کریں۔ یہ زندگی نہایت اعلیٰ عجب اور درحقیقت ایک پیغمبر خدا کی تھی۔

حضرات! اب آپ کو وہ تہمتیں سناتی ہوں جو پیغمبر عرب پر ناسمجھی یا عدم واقفیت یا محض تعصب سے لگائی جاتی ہیں۔

منجملہ اُن کے ایک الزام یہ ہے کہ پیغمبر صاحب نے عمر کے آخری حصہ میں سب ملاکر نو بیبیوں سے شادی کی۔ درست ہے مگر کیا تم مجکو بتا سکتے ہو کہ وہ شخص جو ۴۲ سال کی عمر تک لذات شہوانی کے نام سے بھی واقف نہ ہوا پھر اپنے سے

بہت بڑی عمر کی عورت سے نکاح کیا۔ اور اُسی کے ساتھ کامل ۲۶ برس خوشی سے کاٹ دیے۔ عمر کے آخری حصّہ میں جبکہ جذبات انسانی کا خاتمہ ہونے کو ہوتا ہے۔ کئی عورتوں سے اپنے حظ نفس کی غرض سے نکاح کرے گا؟ یہ تمکو جب معلوم ہو کہ انصافانہ غور کرو۔ اور دیکھو کہ وہ عورتیں کون تھیں اور کیوں ضرورت لاحق ہوئی تھی۔ بعض تو ایسی تھیں کہ اُن کی حفاظت اور پرورش اِس سے بڑھ کر اور بہتر طریقہ سے ناممکن تھی۔

پیغمبر عرب پر ایک اور تہمت لگائی جاتی ہے کہ اُس نے خونریزی کو روا رکھا اور کافروں کے قتل کا جا بجا حکم دیا۔ اب اِس کی بابت آپ مجھ سے سنیں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں جبکہ قانون کی دو دفعہ قریب قریب ایک ہی مضمون کی سی ہوں یعنی ایک تو شرطیہ اور دوسری بلا شرطیہ بھی شرط کے ساتھ مانی جاتی ہے اور اس بات کا مسلمانوں کے اہل شرع بڑا لحاظ کرتے آئے ہیں اور یہ بات قرآن کے الفاظ سے جا بجا عیاں ہوتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ تو ذکر ہے کہ کافروں کو قتل کرو اور دوسری جگہ آیا ہے کہ "قتل کرو اگر وہ تم کو تمہارے مذہبی فرایض نہ ادا کرنے دیویں۔

اب میں آپ کو اُن اصلی الفاظ کا لفظی ترجمہ سناتی ہوں جو پیغمبر پر نازل ہوئے میں اپنے لفظوں میں نہ کہوں گی مبادا آپ لوگ خیال کریں کہ میں اُن کی مذہب کا وعظ کہہ رہی ہوں۔ سُنیئے۔

"اگر وہ تیری عداوت سے باز آدیں تو جو کچھ اب تک ہو چکا ہے۔ معاف کیا

جاوے گا لیکن اگر وہ تجھ پر حملہ کی غرض سے آمادہ ہوں تو جیسی سزا گزشتہ پیغمبروں کے ساتھ مقابلہ کرنے والوں پر آتی تھی انپر بھی نازل ہوگی۔ اِس لئے اُن سے لڑو۔ اور جب تک کہ وہ بت پرستی کی حمایت میں مقابلہ کرنا نہ چھوڑیں اور صرف ایک خدا کے مذہب کو نہ ماننے لگیں لڑتے رہو۔ اور اگر وہ مان جاویں تو یقین جانو کہ خدا اُن کی کارروائیوں کا نگہبان ہے لیکن اگر وہ دین حق کے برخلاف رہیں گے تو خدا تمہارا ہی مددگار ہوگا وہ سب سے بڑا مربی اور معاون ہے

ایک جگہ کا اور مضمون آپ کو سناتی ہوں جو پیغمبرؐ کی ہدایت کے لئے قرآن میں نازل ہوا ہے۔

آدمیونکو نرمی اور دانائی سے فہمایش کر۔ خدا کی راہ پر چلنے کی تلقین کر۔ "اُن کے ساتھ نہایت بردباری اور تلطف سے بحث کر کیونکہ اُس سے جو راہ راست سے بہکا ہوا ہے۔ اور جو سیدھے راستہ پر ہے خدا خوب واقف ہے۔ اگر تم کسی سے انتقام لو تو خیال رہے کہ تمہارا بدلہ اُس زیادتی سے جو تم پر کی گئی ہے، مناسب ہو اور اگر تم اُسے برداشت کر کے انتقام سے باز آؤگے تو صابر کے لئے اور یہی اچھی بات ہے پس بہتر ہے کہ اپنے دشمنوں کی اذیتوں کو صبر سے برداشت کرو۔ مگر یاد رہے کہ تمہاری کارروائی جب ہی کارآمد ہوگی جب فضل خدا شامل حال ہوگا" ہمارے کافروں کی خاطر رنجیدہ مت ہو اور نہ اُن کی چالاکیوں سے پریشان ہو کیونکہ حق انہیں کا مددگار ہوتا ہے جو اُس سے خوف کھاتے ہیں اور دیانت دار ہیں"

ایک اور تعلیم سنئے "مذہب کے معاملہ میں کسی پر ظلم مت کرو اگر وہ مذہب اسلام قبول کرلیں تو سمجھو کہ خدا نے ہدایت دی اور اگر نہ مانیں تو خیر تمہارا کام تو صرف

وعظ و نصیحت تھا"

## پیغمبر صاحب نے کافر کی جو تعریف کی ہے وہ بھی سُن لیجئے

"کافر وہ لوگ ہیں کہ خلاف انصاف کارروائیاں کرتے ہیں۔ بدکار صرف وہی لوگ ہیں جو مذہب اسلام سے باہر ہیں" اِس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مذہب اسلام کا دائرہ اتنا تنگ نہیں ہے۔ جو صرف پیغمبر صاحب کے مریدوں ہی سے محدود ہو۔

"ایک جگہہ آیا ہے کہ اگر وہ تمہارے مخالف ہو جاویں مگر تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح جوئی سے برتاؤ کریں تو اُن کو مارنا یا مطیع بنانا خلاف فرمان الٰہی ہے"

حاضرین! کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ انصاف کی بات ہے کہ ہم پیغمبر صاحب کے ایسے ایسے صلح جو اقوال پر جو ایسی لڑائی جھگڑے اور ظلم کے زمانہ میں کہے گئے تھے ذرا توجہ نہ کریں۔ مگر اُن چند فقروں کو جو اپنے ایک چھوٹے سے گروہ کو بڑے زبردست مجمع کے مقابلہ میں دلیری دلانے کے لئے کہے تھے، لئے پھریں اور میرے خیال میں ایک سپہ سالار جو جنگ کے ایسے موقعہ پر ہو گا اِس کے سوا اور کیا لیاقت کا کام کرے گا۔

اچھا اب آپ ذرا اِس صلح کی تعلیم کی مثال خود پیغمبر صاحب کے ذاتی چال چلن میں ملاحظہ کیجئے۔ کوئی زیادتی ایسی نہ تھی کہ جو پیغمبر صاحب پر نہ کی گئی ہو اور اُنہوں نے معاف نہ کر دیا ہو۔ کوئی ایذا رسانی ایسی نہ تھی جس کو وہ عفو کرنے تیار نہ ہوتے ہوں۔

اے بھائیو کسی شخص کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے اُسے اُسی حالت میں دیکھو جیسا کہ وہ دراصل ہے تعصب کی عینک چڑھا کر مت دیکھو۔

مذہب میں کچھ نہ کچھ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں تمام بنی نوع انسان کے کام میں کچھ نہ کچھ قصور ہے۔ غیر مہذب اور جاہل مرید جو کچھ کا کچھ سمجھ لیتے ہیں کسی مذہب کو دیکھنے کے لئے اُس کے پیروؤں میں سے سب سے بڑے شریف اور پرہیزگار کو دیکھنا چاہیئے۔ نہ کہ سب سے بدتر کو دیکھکر مثال قایم کر دو اور جب ہی ہم سب ایک دوسرے سے بھائیوں کی طرح محبت کرنا سیکھہ جائیں گے اور وحشی اور غیر مہذب کی طرح سے ایک دوسرے کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں گے۔

وقت کی کمی کی وجہ سے مجھے افسوس ہے کہ میں اسلام کے شیعہ سینوں کے فرقوں کا ذکر نہیں کر سکتی۔ اگرچہ وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ اور چنداں اُسکی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اِس لئے میں اُسے نظر انداز کئے دیتی ہوں۔

ہر مذہب میں اُس کی بیرونی حالات کے بعد اُس کا فلسفہ ہوا کرتا ہے پس اگرچہ اسوقت اسلام کی موجودہ حالت دیکھتے ہوئے ممکن ہے کہ ہمیں اُس میں کچھہ کمی نظر آتی ہو۔ مگر ہم جب اُس وقت کو دیکھتے ہیں جب کہ اسلام کا آغاز تھا۔ تو اُسکی صفت کے لئے ہمیں کافی الفاظ نہیں ملتے۔

اب آپ ملاحظہ فرمایئے کہ پیغمبر عرب نے تیرہ سو سال پہلے علم کی فضیلت میں کیا فرمایا ہے۔

"علم حاصل کرو جو علم حاصل کرتا ہے وہ پارسا ہے جو علم کا ذکر کرتا ہے وہ اللہ کی حمد کرتا ہے۔ جو اُس کو تلاش کرتا ہے وہ عبادت کرتا ہے جو اُس کی تعلیم دیتا ہے وہ بھی عبادت کرتا ہے علم ہی انسان کو ممنوعات اور غیر ممنوعات میں تمیز کرنا سکھلاتا ہے۔

علم ہی راہ بتلاتا ہے۔ علم ہی تنہائی میں دوست صادق کا کام دیتا ہے اور جنگل میں غمگساری کرتا ہے۔ علم ہمیں خوش حالی کی طرف لیجاتا ہے دُکھ میں ہمارا ہمدرد ہے۔

دوستوں کے مجمع میں علم ہمارا زیور ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہتیار ہے علم ہی سے اللہ کا عاجز بندہ نیکی کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرتا ہے۔

پیغمبر صاحب کی اُس حدیث کے الفاظ میرے دل پر حالت وجد پیدا کرتے ہیں۔ جبکہ میں اُن کے تہ پر نظر ڈالتی ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ " عالم کی سیاہی شہیدوں کے خون سے زیادہ قیمتی ہے " کیا علم کی فضیلت اِس سے زیادہ بیان ہو سکتی ہے۔

حضرت علیؓ جو پیغمبر صاحب کے پیارے داما د تھے اور جن کی بابت پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ علیؓ اسلام میں علم کا دروازہ ہے مسلمانوں میں علم الٰہی کا آغاز حضرت علیؓ سے ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ کے تعلیم کی ضرورت پر جو لیکچر ہیں پڑھنے کے قابل ہیں وہ جنگ و جدل میں بہی علم کی فضیلت پر خطبہ پڑھنے لگتے تھے حضرت علیؓ کے جو علم کی تعریف میں اقوال ہیں اُن میں سے چند بیان کرتی ہوں۔

دل کی روشنی علم کا جوہر ہے۔ راستی اُس کا مقصد ہے۔ الہام اُس کی رہنما عقل اُس کو قبول کرنے والی۔ انسان کے منہ سے علم کی تعریف نہیں ہو سکتی

اُدہر تو مسلمانوں کا گروہ ملکی معاملات میں مصروف تہا۔ ادہر حضرت علیؓ کے شاگرد علم کی اشاعت میں تھے جہاں کہیں وہ گئے علم کی مشعل ساتھ لے گئے

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چودہویں صدی عیسوی تک تو اسلام کے بچہ بچہ کے ہاتھ میں علم و فن کا چراغ دیدیا گیا۔ جہاں انہوں نے ملکی فتوحات کیں وہیں مدرسے اور دارالعلوم (یونیورسٹی) قایم کرتے گئے جس کے ثبوت میں قاہرہ۔ بغداد۔ ہسپانیہ اور کارڈووا کی عظیم الشان یونیورسٹیوں کو پیش کرتی ہوں۔

انگلستان کے لوگوں کو مسلمانوں ہی نے انہوں کے بھولے ہوئے علم کی ابتدائی کتابیں پڑھائی ہیں۔ انہوں نے علم نجوم پڑھا۔ ہندوستان کے علوم کی متعدد کتابوں کا ترجمہ کرایا پھر خود انہوں نے علم نجوم ریاضی اور کیمیا پر کتابیں بھی تصنیف کیں۔

پوپ سلوٹیر ثانی جو مذہب عیسائی کا بڑا جید مولوی تھا۔ اُس نے مسلمانوں ہی کے مدرسہ کارڈووا میں علم ریاضی حاصل کیا تھا جس کی وجہ سے لوگوں نے اُس پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اور شیطان کا بچہ قرار دیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت یورپ کا عیسائی حصہ کس تاریکی اور جہالت میں تھا اور صرف اسلام کی پیروؤں نے اُن کو روشنی دکھلائی۔

مسلمان صنعت و ایجاد میں بھی برابر حصہ لیتے رہے۔ خوردبین انہیں کی ایجاد ہے زمین کے عرض و طول کا معیار انہوں نے قایم کیا ہے۔

یونانیوں سے انہوں نے ریاضی حاصل کی۔ موسیقی اور علم زراعت کو حد درجہ تک پہونچا دیا۔ اور صرف یہی نہیں کیا مذہبی فلسفہ میں بڑی بڑی باریکیاں یہاں تک بیان کی ہیں کہ فنا فی اللہ کے درجہ تک پہنچ گئے اُن کا قول ہے۔ کہ ذات باری ایک ہے اور ذات کا رشتہ تمام موجودات سے ہے اور یہ مسئلہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے۔

اے ہندو بھائیو اگر ان مسلوں پر غور کروگے تو تم اُس میں اصل ویدانت پاؤگے مسلمانوں میں کامل چھ صدی تک علم ترقی کرتا رہا۔ آج میرے بھائی مسلمان اُن اپنے بزرگوں کی علمی کتابوں کا ترجمہ اپنے موجودہ زبان میں کرلیں اور اُس کی عام تعلیم اپنے میں جاری کردیں تو مجھے یقین ہے کہ وہ اسلامی فلسفہ کو ساری دنیا کے فلسفوں سے اوپر لے جائیں اور اسلام کے ذرہ ذرہ سے بچے کے زبان پر اسلامی فلسفہ رواں ہو۔

(جس طرح سے ہندوؤں کو اپنے ویدانت سے عام طور پر خبر ہے) تو آپ خیال کرسکتے ہیں کہ اُنھوں نے اسلام کی اصلی شان مخلوق کو دکھلانے کے لئے کیسی مذہبی خدمت کی۔

حاضرین! میں اپنی تقریر میں آپ سے پہلے کہہ چکی ہوں کہ مذہب میں جہاں ظاہر کاروبار کے لئے قانون یا شرع ہوتا ہے یا اُس کا بیرونی فلسفہ ہوتا ہے۔ وہاں اس میں ایک حصہ روحانی تعلیم یا خفیہ اسرار کا بھی ہوتا ہے جو عوام کے لئے نہیں ہوتا۔

پس اس کلیہ قاعدہ کے مطابق اسلام میں بھی وہ حصہ خفیہ تعلیم کا ہونا چاہئے اور ہے چنانچہ اسلام میں صوفی ازم یا تصوف اعلیٰ درجہ کا موجود ہے یہ علم سب سے پہلے حضرت کو پہونچا اور پھر اُن کے مریدوں کے ذریعہ سے اور لوگوں میں گیا۔ مکہ میں اسلامی روشنی ہونے کے دوسرے ہی سال میں بیالیس غریب عربوں نے اپنی ایک انجمن بنائی اور صوفیانہ زندگی بسر کرنے لگے گویا اسلام میں یہ تصوف کی بنیاد تھی۔

اسلامی تصوف کا مسئلہ ہے کہ ہر چیز کا اخراج ذات باری سے ہی ماسوا

اللہ کے کچھ نہیں ہے۔ مولانا جامی جو زبردست شاعر ہوئے ہیں اپنی ایک غزل میں تصوف کے اسرار عجب مؤثر پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ کل کائنات اللہ کی ذات کا عکس ہے۔ سچی ہستی اسی کی ذات ہے باقی عدم ہے جو بوجہ لطیف مثل آئینہ کے ہستی کا پورا عکس نظر آرہا ہے۔ جس کو ہندو لوگ مایا روپی کہتے ہیں۔

اگر ہستی اپنا عکس نہ ڈالے تو اصل میں عدم ہی عدم ہے جہاں کچھ بھی نہیں ہے۔

کتاب عوارف المعارف میں اسلام کے تین درجہ بیان کئے ہیں۔ شریعت طریقت اور حقیقت اور تینوں درجوں کے معنی کو ایک چھوٹی سی حکایت میں یوں سمجھایا ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے شریعت، طریقت، اور حقیقت کے معنی دریافت کئے اس نے کہا وہ سامنے تین شخص بیٹھے ہوئے عبادت کر رہے ہیں تم جا کر ہر ایک کو ایک ایک طمانچہ مار دو۔ اس سے یہ تمہارا سوال حل ہو جائے گا۔ وہ گیا اور ایسا ہی کیا جونہی اس نے پہلے شخص کے طمانچہ مارا وہ غصہ میں آٹھا اور اس کے زور سے دو ایسے طمانچے رسید کئے کہ اس کا منہ پھر گیا۔ دوسرے کو جا کر اس نے ایک طمانچہ مارا۔ اسے بھی غصہ آیا مگر ضبط کر کے اپنے کام میں لگا رہا۔

تیسرے کو اس نے جا کر مارا اس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں گویا اس کے لگی ہی نہیں۔ بزرگ نے کہا دیکھو پہلا شخص ہنوز شریعت کے درجہ میں ہے جہاں حکم ہے نیک سے نیکی کرو اور بد سے بدی کرو۔ دوسرا شخص طریقت میں ہے

جونفس کشی سیکھ رہا ہے مگر ہنوز کامل نہیں ہوا۔ تیسرے شخص کا نفس مرچکا ہے
اور وہ حقیقت کے لطف میں دنیا کی تکلیفوں کو نہیں سمجھتا۔

تصوّف میں مرشد کا بڑا درجہ مانا گیا ہے اور اُس کے حکم کی تعمیل بلا شک و شبہ کے ماننا مرید پر فرض ہے۔ ایک جگہہ حافظ شیرازی کہتے ہیں کہ اگر پیر کہے کہ اپنی جانماز کو شراب سے تر کرلو تو مرید کو چاہیئے کہ فوراً کرے کیونکہ ہادی راستہ کی حالت سے خوب واقف ہے۔

تصوّف میں مراقبہ جسے ہندو سمادہی بولتے ہیں بڑی ضروری بات ہے اور اُس کے کئی درجہ ہیں۔

درویشوں کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جو سوائے وصال ذات کے کل خواہشوں کو مار دے یہاں تک کہ دوزخ کا ڈر ہو نہ جنت کی تمنا رہے۔ ریاضت شاقہ اُن کا فرض ہے۔ روزے اور طرح طرح کی ریاضت کرنا۔ اُن کا اصول ہے کہ "اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی" اُن کا مقولہ ہے کہ آدم زاد میں جتنی سانسیں ہیں خدا سے ملنے کے اوتنے ہی راستے ہیں۔

حضرات۔ مجھے وقت نہیں کہ اِس دلچسپ معاملہ پر زیادہ تقریر کروں یہ جو میں نے بیان کیا یہ اسلام کا مذہبی راز ہے۔ کیا اچھا ہو کہ اسلام میں تصوّف کا عام رواج ہو اور ایسا ہو جاوے تو دوسرے مذاہب سے برادرانہ برتاؤ یقیناً کرنے لگے۔

دنیا کے مختلف مذاہب ظاہر طور پر ایک نہیں ہو سکتے کیونکہ اُن کے رسم و رواج مختلف ہیں اور ہر ایک طریقہ اُس کے مذہب کے خیالات کے مطابق

ہوتا ہے۔ اور اپنی زبان میں خدا سے باتیں کرتا ہے۔ مگر روحانی منزل میں سب ایک ہیں۔ کیونکہ ہر مذہب کا یہ اصول ہے کہ جہاں سے نکلا وہیں لوٹ جاتا ہے۔

میرے بھائیو تم بہت سے ہندو ہو تمہارا مذہب اسلام نہیں ہے۔ اس کا مضایقہ نہیں ہے۔ معاملہ سب ایک ہے۔ دیکھو تمہارے یہاں کہتے ہیں (سوہم) (توہی) اُن کے صوفی کہتے ہیں (انا الحق) (حق تو) یعنی میں خدا ہوں تو خدا ہے۔ تم ان رازوں کے سمجھنے کی کوشش کرو۔ جب لطف آوے گا۔ اور پھر تم اپنے سات کروڑ بھائیوں سے بغلگیر ہوگے۔ جس کے بغیر ہم پوری قوم نہیں بن سکتے۔ اور بجائے نفرت کے تم کو اُن سے محبت کرنا چاہیے۔

حضرت محمدؐ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ زردشت۔ موسیٰؑ۔ مہارشی بدھ۔ دیو سب ایک ہی بڑے مقام پر ہیں۔ وہ انسان کی کل قوموں کے محافظ ہیں۔ ایک قوم کو دوسری قوم سے الگ نہیں سمجھتے۔

اور ہم اُن کے ادنیٰ پیرو کار ہیں۔ اُن کے بچے ہیں۔ ہم کو چاہیے کہ اُن کی عالمگیر محبت کا شمہ حاصل کریں۔ وہ محبت سے ہی ہمارے قریب ہو جاتے ہیں پیغمبر محمدؐ صاحب اپنی خواہش سے اپنے آدمیوں کے قریب نہیں ہوتے جب تک کہ وہ اپنا کٹر پنا نہ چھوڑیں اور دل میں محبت پیدا نہ کریں۔

اے مسلمان بھائیو جیسے پیغمبر صاحب آپ کے ہیں ویسے ہی ہمارے ہیں جتنے پیغمبر بنی آدم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اُن سب پر ہمارا حق ہے۔ ہم اُن سب سے محبت کرتے ہیں۔ اور ہم سب اُن کے سامنے بہت عجز و انکسار کے

ساتھہ جھکتے ہیں۔

خدا سے یہی التجا ہے کہ وہ اللہ جو سب کا ہے۔ ہم میں یہ سمجھہ عطا کرے
کہ ہم اُس کے نام کے واسطے باہم جھگڑا نہ کریں۔ چاہے کوئی مہادیو کہے چاہے
وشنو۔ چاہے باپ کہے ہمارے کمزور ہونٹوں سے کچھہ بھی نام نکل جاوے
تو وہ ایک اور مطلب تو سب کا اُسی سے ہے۔

---

# اعلان

کتاب ہٰذا عزیزی پریس بک ڈپو کی دیگر تمام کتابیں جو پردہ نشین (زنانہ) لائبریری میں فروخت ہوتی ہیں اور عزیزی پریس کی مطبوعہ ہیں ان تمام کتابوں کے حقوق تالیف و تصنیف معقول معاوضے دیکر قابل مصنفین سے خرید لیے گئے ہیں۔ لہذا ہر قسم کے حقوق بحق عزیزی پریس آگرہ محفوظ ہیں۔

کوئی صاحب ان کتابوں کے چھاپنے یا ان میں سے انتخاب کرنے کا ارادہ نہ کریں ورنہ نقصان اٹھائیں گے جس قدر کتب مطلوب ہوں عزیزی پریس بک ڈپو سے طلب فرما سکتے ہیں۔

عبدالعزیز خاں مالک عزیزی پریس

آگرہ